غالب ثنائے خواجہ - ایک تاثر

ڈاکٹر شمس بدایونی

58، نیو آزاد پرم کالونی، عزت نگر، بریلی (یوپی)

مرزا غالب، اردو ادب کے اجتماعی شعور کا حصہ بن چکے ہیں۔ اردو کا شاید ہی ایسا کوئی قلم کار ہو، جس نے مرزا کی دہلیز کو بوسہ نہ دیا ہو اور اردو کا شاید ہی کوئی ایسا قاری ہو جس کو مرزا کا کوئی شعر یا لطیفہ یاد نہ ہو۔ اردو کے علاوہ دوسری زبانوں کے اہل قلم بھی مرزا کی شخصیت، فن اور ان کے کلام کے گرویدہ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شعرا میں سب سے زیادہ زباں زد مصرعے اور اشعار مرزا غالب کے ہیں، جو آج ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ ان کے خطوط کے بعض جملے بھی زبان زد ہو چکے ہیں۔ ہر چند کہ غالب کے مخالفین بھی ہر دور میں پائے گئے، لیکن وہ بھی غالب کی متنوع شخصیت، بدیع طرز فکر اور بوقلموں طرز زندگی سے ہی ان کی مخالفت کے لیے مواد حاصل کرتے رہے اور غالب کو ادب میں ایک نئی زندگی دینے کے محرک بنے۔ یوں غالب ایک 'دائم الجدت' شخصیت کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور ان کی مقبولیت میں ہر روز اضافہ ہو رہا ہے۔

غالب کی وفات [۱۸۶۹ء] سے آج تک ان کی حیات وفن، ان کے عہد اور معاصرین پر ہزارہا کتابیں لکھی گئیں، لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ پیغمبر اسلام اور اہل بیت خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بے پناہ عقیدت واحترام کا جذبہ رکھنے کے باوجود مرزا کی نعت گوئی کو کتاب کا عنوان نہیں بنایا جا سکا۔ اس کی چند اور وجوہ کے ساتھ ساتھ بڑی وجہ شاید یہ تھی کہ مرزا کی زندگی میں مذہب کا تصور برائے 'شعر گفتن خوب است' تک محدود تھا۔ وہ اپنے عہد کی نمائشی اور بے عمل زندگی کی علامت بن گئے تھے۔ وہ ساری زندگی مذہبی اعمال سے کنارہ کش رہے اور اپنی شاعری کے ذریعے مذہب کے بعض شعائر پر بھی انگشت نمائی کرتے رہے، جسے مرزا کی آزاد خیالی اور تقلید رسوم سے ان کی بیزاری سمجھا اور سمجھایا گیا اور اسے ان کی شخصیت کے ایک حسن کی صورت میں دیکھا گیا۔ غالب صدی [۱۹۶۹ء] کے دوران غالب فہمی، غالب شناسی اور غالب بازآفرینی کا جو سلسلہ شروع ہوا اس میں میری محدود معلومات کے مطابق ان کی نعت گوئی پر ایک مقالہ ضرور قلم بند کیا گیا جو میرے ہم وطن پروفیسر ضیا احمد (ف ۱۹۷۳ء) کی کاوش قلم کا نتیجہ ہے بہ عنوان ''غالب کا نعتیہ کلام''، پہلی بار مالک رام کی مرتبہ کتاب 'عیار غالب' (ناشر علمی مجلس دہلی ۱۹۶۹ء) میں شامل ہوا، بعد میں متعدد جگہ نقل ہوا۔

پاکستان میں جنرل ضیاء الحق کا دور صدارت (۱۹۷۸ تا ۱۹۸۸ء) سیاسی طور پر کیسا بھی پُر آشوب رہا ہو، لیکن مذہبی اقدار کی حرمت واحترام اور نعت گوئی کے فروغ کا سبب یہ ضرور بنا۔ قدیم شعرا پیغمبر اسلام کی صورت وسراپا، میلاد، معراج، غزوات، روضۂ مبارک پر حاضری، فراق اور ان سے عقیدت ومحبت ہی کو عام طور پر نعت کا موضوع اور عنوان بناتے رہے، لیکن جدید شعرا نے نعت کے موضوعات میں اضافہ کرتے ہوئے آپ کی شخصیت کے وہ پہلو جو عرفان ذات، عرفان کائنات اور عرفان خداوندی کا ذریعہ ہیں اور کائنات زندگی میں اخلاقی اوصاف اور عدل قائم کرنے کا ایک وسیلہ بن سکتے ہیں، ڈھونڈ نکالے اور ترجیحاً ان کو پیش کیا۔ یوں نعت میں ایک ندرت پیدا ہوئی اور پاکستان کے ادبی ماحول میں یہ مقبول اور پروان چڑھی۔

اسی دوران جدید شعرا کے نعتیہ مجموعوں کی اشاعت اور نعت پر مستقل رسالے مرتب کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور یہ سلسلہ دراز ہو کر نعتیہ صحافت کا ایک عنوان بن گیا۔ ڈاکٹر شہزاد احمد نے اپنی کتاب 'اردو میں نعتیہ صحافت ایک جائزہ' (کراچی ۲۰۱۶ء) میں صرف نعت پر مشتمل تقریباً نصف درجن ماہناموں، چند روزناموں اور ڈیڑھ درجن کتابی سلسلوں اور ان گنت نعت نمبروں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق نعت پر مشتمل پہلا ماہنامہ، کراچی سے شائع ہونے والا 'نوائے نعت' ہے جس کا اجرا ادیب رائے پوری نے جنوری ۱۹۸۴ء میں کیا تھا۔ کتابی سلسلوں کے تحت اولیت کا سہرا 'ایوان نعت' لاہور (اجرا نومبر

۱۹۸۷ء) کو حاصل ہے۔

صبیح رحمانی [پیدائش ۱۹۶۵ء] نے اپریل ۱۹۹۵ء میں اسی سلسلے کو دراز اور ایک معیاری صورت دیتے ہوئے شاعری کی ایک مظلوم موضوعی صنف پر مشتمل رسالہ 'نعت رنگ' کے نام سے جاری کیا۔ یہ رسالہ کیفیت وکمیت ہر لحاظ سے منفرد تھا۔ اس نے بہت جلد ہند و پاک میں نعتیہ ادب پر لکھنے والوں کو اپنی طرف ملتفت کرلیا اور نعت پر علمی، تحقیقی، ادبی، تنقیدی و مذہبی مضامین کا انبار لگا دیا۔ اس طور اس نے نعت کہنے اور نعتیہ ادب کو پڑھنے والوں کے ذوق کی آبیاری کی اور یہ ان کے لیے رہنما خطوط مرتب کرنے کا بھی وسیلہ بنا۔

نعت رنگ کے اب تک [۱۹۹۵ء تا ۲۰۲۰ء] ۳۰ ضخیم شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ ہند و پاک کے ادیبوں کو نعتیہ ادب کی طرف متوجہ کرنے، اس کا ایک علمی و ادبی معیار متعین کرنے، اس کی تحقیقی و تنقیدی بساط بچھانے اور اسے بغیر کسی علاقائی، مسلکی یا مشربی عصبیت کے جاری رکھنے کا جو کام تن تنہا انھوں نے انجام دیا اس نے نعتیہ ادب پر لکھنے والوں کو ایک مرکز پر لاکر جمع کر دیا۔ بعد میں نعتیہ سینٹر کا قیام، نعتیہ لائبریری کا قیام، نعتیہ ادب کی اشاعت کا مرکز، نعت ببلیوگرافی ان کی اسی سلسلے کی کوششیں ہیں جو بارآور ہو چکی ہیں۔

صبیح رحمانی کی ان خدمات کا اعتراف جامعاتی سطح پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے متعدد مقالے لکھ کر کیا جا چکا ہے۔ میں یہاں صرف ان کی اس خدمت کا اعتراف واظہار کروں گا جو انھوں نے نعت کے حوالے سے غالب کے سلسلے میں کی ہے۔

انھوں نے 'نعت رنگ' کے شمارہ نمبر ۱۲، اکتوبر ۲۰۰۱ء میں 'گوشۂ غالب' مرتب کیا۔ یہ گوشہ تقریباً ۱۳۱ صفحات کو محیط تھا۔ جس میں سات مضامین، ۵ تضمینیں، غالب کی فارسی نعت کے دو منظوم اردو تراجم اور غالب کی زمینوں میں ۱۳ شعرا کی نعتیں شامل کی گئی تھیں۔ پروفیسر ضیا احمد کے مقالے کے سوا باقی مقالات خاص اس گوشے کے لیے لکھوائے گئے تھے۔ اس طور اردو میں پہلی بار غالب کی نعتیہ شاعری کو موضوع گفتگو بنایا گیا تھا۔ یہ گوشہ پسند کیا گیا اور نعتیہ ادب میں ایک رند خرابات کو جگہ مل گئی۔ بعد میں اسی گوشے کے مواد میں حذف واضافہ کرکے کتابی شکل میں باسم 'غالب اور ثنائے خواجہ' پہلی بار ۲۰۰۹ء میں نعت ریسرچ سینٹر کراچی نے شائع کیا۔ اس کا طبع دوم ادارہ یادگار غالب کراچی کے اشاعتی سلسلے کا حصہ بن کر منظر عام پر آیا۔ اب اس کا تیسرا ایڈیشن مزید اضافوں کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

پہلے ایڈیشن میں جناب صبیح رحمانی کے ابتدائیے کے علاوہ دو تضمینیں اور دس مضامین شامل ہیں۔ ان مضامین کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا نے اردو میں نعت کا صرف ایک شعر کہا:

اس کی امت میں ہوں میں، میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہ کے غالب، گنبد بے در کھلا

باقی جو اردو اشعار نعت کے حوالے سے غالب کے پیش کیے جاتے ہیں ان کا مضمون اور مرجع کچھ اور ہے نعت سے ان کی مطابقت اتفاقی ہے۔ غالب نے نعت کے مقصد سے وہ اشعار نہیں کہے۔ البتہ فارسی میں انھوں نے تین مثنویات، ڈھائی قصائد، ایک قطعہ، غزل کی ہیئت میں نو شعر کی ایک نعت اور قدسی کی نعت پر نو بند کا خمسہ یادگار چھوڑا ہے۔ جن کا کتاب میں شامل مضامین میں تجزیہ وتعارف پیش کیا گیا ہے۔

مولانا حالی نے یادگار غالب میں لکھا ہے:

''انھوں نے تمام عبادات اور فرائض وواجبات میں سے صرف دو چیزیں لے لی تھیں، ایک توحید وجودی، دوسرے نبی اور اہل بیت نبی کی محبت اور اسی کو وہ وسیلۂ نجات سمجھتے تھے، اس پہلو سے بھی غالب کے خطوط اور شاعری کے حوالے سے ان کے دل میں راسخ الفت اہل بیت اور نبی الرحمہ کی محبت وعظمت کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مختصر یہ کہ ان مضامین سے غالب کی شاعری کی ایک نئی جہت اور اس کے آداب سے باخبری ملتی ہے۔''

عام خیال کے مطابق غالب جیسے بڑے شاعر کے یہاں نعت رسولؐ کا نہ پایا جانا سخت حیران کن تھا، لیکن اس کتاب نے اس حیرت کا پردہ چاک کیا اور کم وبیش ۷۰۰ ایسے فارسی اشعار کی نشاندہی کی جن کا مضمون نعت رسولؐ ہے۔

میں صبیح رحمانی صاحب کی اس کوشش وکاوش پر پرخلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں، مجھے امید ہے کہ کتاب کے موضوع کی ندرت اور مشمولہ مضامین کی افادیت واہمیت کے سبب غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی بھی ادارۂ یادگار غالب کراچی کی طرح اس کا ایک ہندوستانی ایڈیشن جلد شائع کرے گا۔

◆◆◆